© rasailojaraid.com

التفسیر والتعبیر

مومن، کافر، منافق

عزیز زبیدی

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

اور وہ آخرت[1] کا بھی یقین[2] رکھتے ہیں

لے آخرت: اس سے مراد کبھی "الدار الاخرۃ" اخری گھر ہوتا ہے اور کبھی "الیوم الآخر" اخیری دن ہوتا ہے۔ یعنی اس مادی دنیا کے بعد سب سے اخیری گھر کہ اس کے بعد اور کوئی گھر نہیں ہوگا۔ اور آخری دن کہ اس کے بعد اور کوئی دن نہیں آئے گا۔ اب جو گھر ملے گا دوزخ یا بہشت وہ اخروی جہاں میں سب سے پہلا اور سب سے اخیری گھر ہوگا' اور وہ دن بھی اس عالم کا پہلا اور اخیری دن ہوگا۔ اب اس کی سردی اور گرمی، کیف و مستی اور سختی اور بدبختی میں تنوع اور اتار چڑھاؤ تو رہے گا لیکن گھر بدلے گا۔ نہ دن ــــ اس لیے اس عالم کے گھر اور دن کو اخیری گھر اور دن کہا گیا ہے مگر اس آخری گھر اور اس آخری دن کا تمام ہزاروں حشر بردوش اور تلاطم خیز قیامتوں کے بعد اور کچھ کا ان کے ساتھ ہوگا۔ اس لیے کچھ چہرے اس کٹھالی سے کندن بن کر نکلیں گے۔ اور کچھ ذلت اور رسوائی کے چکر میں پڑ کر سیاہ ہو رہے ہوں گے۔ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ (العمران ع")

۲۔ یقین رکھتے ہیں: یہ دن روزِ جزاء ہوگا۔ اس میں پورا پورا محاسبہ ہوگا۔ اگر اس کا یقین ہو جائے تو انسان کو یہ توفیق مل جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کا بیدار چشم دربان بن جائے، قبر اور حشر کی تلخیوں کا تصور اگر ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اور دل کو اس دن کے حساب کتاب کی فکر لگ جائے تو وہ ہاری ہوئی بازی بھی جیت جائے۔ چونکہ آخرت کے تصور کے بغیر انسان کو پھونک پھونک کر قدم رکھنے اور اٹھانے کی توفیق بمشکل نصیب ہوتی ہے۔ بلکہ اقامتِ نماز، انفاق فی سبیل اللہ اور وحی الٰہی کے اتباع کی سعادت، بھی صرف انہیں لوگوں کے ہاتھ آتی ہے۔ جن کا دل اخروی جوابدہی کے احساس سے لبریز اور اس کی ہولناکیوں کے تصور سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دھڑکتا ہے، اس لیے متقی کی یہاں آخری علامت اور صفت یہ بیان فرمائی کہ آخرت سے وہ ہمکنار رہتا ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔ اب اس کی طرف سے نہ کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ہی کسی طرف سے اس کو مدد پہنچے گی۔ فرمایا اس دن سے سدا ڈرتے رہو۔

واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون (پ بقرہ ع)

بلکہ خدا کے نافرمان چاہیں گے تو وہ بیوی بچے، دلہن، بھائی، دوست احباب بلکہ پورا کنبہ بلکہ سارا جہاں کا فدیہ دے کر کسی طرح چھٹکارا پا جائے لیکن ایسا بالکل اور ہرگز نہیں ہوگا

ولا یسئل حمیم حمیما ہ یبصرونهم ط یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیه وصاحبته واخیه، وفصیلته التی تؤویه ہ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیه ہ کلا ط

(پ ۲۹ - المعارج ع)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت میں اپنے اہل بیت (بیویوں) کو یاد فرماؤ گے؟ فرمایا تین جگہ پر تو بالکل نہیں (۱) جب اعمال تولے جائیں گے (۲) جب اعمال نامے ہاتھوں میں تھمائے جائیں گے۔ (۳) اور جب پل صراط کی گھڑی پیش آئے گی (اما فی ثلثة مواطن فلا .... عند المیزان ... عند الکتاب ... وعند الصراط ابو داؤد)

اگلے جہان کا جب یہ عالم ہوگا وہاں اللہ کا بندہ اس دن کی جوابدہی اور گرفت کی فکر سے کیسے بے پرواہ رہ سکتا ہے؟

اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون ہ

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو مراد پانے والے ہیں

لے ہدایت پر، شروع میں فرمایا کہ یہ کتاب متقی لوگوں کے لیے ہدایت (رہنما) ہے۔ پھر متقی کی صفات بیان کر کے بتایا کہ کتاب ھدی (قرآن مجید) کا ارشاد ہے کہ ہماری ان ہدایات پر چلو، ہدایت (سیدھی راہ یا منزل) پا جاؤ گے۔ اولئك على هدى (یہی لوگ ہدایت پر ہیں) کہہ کر بتا دیا کہ یہ لوگ راہ پر چل گئے ہیں۔ اب منزل پا کر رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ "ہدایت پر" کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ ایمان بالغیب میں راسخ ہو چکے ہیں اقامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نماز انفاق فی سبیل اللہ اور ما انزل (وحی الٰہی) کے کما حقہٗ پابند ہیں۔ اب ان کے بھٹکنے کا اندیشہ نہیں رہا۔

من ربھم (اپنے رب کی طرف سے) فرما کر یہ بات "بندۂ مومن" کے ذہن نشین فرمائی کہ، ایمان بالغیب اور اقامتِ نماز وغیرہ "ذریعہ اور سبب" تو ضرور ہیں لیکن راہ راست پر ثابت قدم رہنے کی خالق نہیں ہیں۔ بلکہ اس پر ثابت قدم رہنے کا خالق بھی وہی ذات کریم ہے جو ان اسباب اور وسائل کی خالق ہے۔ توحید کی نزاکتوں پر غور فرمائیے کہ ایمان بالغیب ہو یا حقیقت نماز وہ بھی حد تک بھی تحقیق کی نسبت انکی طرف کی وہ اجازت نہیں دیتیں یعنی۔ یہ کہنا کہ ایمان بالغیب یا نماز نے مجھے ہدایت پر قائم رکھا، توحید کی نزاکت اس کی بھی متحمل نہیں ہے۔ کیونکہ خام نظر اور کمزور دل والے ایسی موہم عبارت سے بھی شائبۂ شرک کشید کر سکتے ہیں۔ اس لیے مفسرین نے من ربھم" کی تفسیر میں" بتوفیقہ لہم" تحریر فرمایا ہے (ابن جریر)

ملہ مراد پانے والے۔ مفلحون کا مادہ فلح ہے اس کے معنے چاک کرنا، پھاڑنا ہے جس طرح ایک کسان زمین کو چیر کر اس کی تہوں میں بیج بوتا ہے اور کامل یقین کے ساتھ اس کے لگنے کا انتظار کرتا ہے۔ اسی طرح بندۂ مومن ایمان بالغیب اور اعمال صالحہ کی تخم ریزی کر کے دنیا اور آخرت میں دنیا کی کھیتی کی ثمر باری کا انتظار کرتا ہے۔ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ (حدیث) اس لیے ان کو مفلحون (مراد پانے والے) کہا گیا ہے۔

مفلحون کے دو ترجمے معروف ہیں۔ چھٹکارا پانے والے، دوسرے معنے مراد کو پا جانے والے، بلا اور مصیبت سے خلاصی پانا بھی ایک نعمت ہے مگر مراد کو پا جانے والے کا ایک مرتبہ مزید ہے کہ چھٹکارا پا کر مقصود (بغیہ) سے بھی ہمکنار ہو جائے۔ چنانچہ امام شوکانیؒ نے "المفلحون" کے معنے "المنجحون" کیے۔ الذی کو دا ما طلبوا عند اللہ باعمالہم وایمانہم (فتح القدیر) لمفلح الفائز بالبغیۃ (کشاف)

جو بندۂ مومن ان مذکورہ صفات پنجگانہ میں جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی وہ اپنی مراد کو پائے گا۔ اور جو جتنا خام رہے گا، اتنا مراد پانے میں خام رہے گا۔ جو کامل ہوگا۔ اب بھی کامل رہے گا، جو ان میں ناقص رہے گا۔ اتنا اس کو مراد ناقص ملے گی۔

ان الذین کفروا سواءٌ علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون ۝

بے شک جن لوگوں نے کفر (اختیار) کر رکھا ہے، ان کے حق میں یکساں ہے۔ آپ ان کو ڈرائیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ڈرائیں وہ مانیں گے نہیں۔

اسے کفر اختیار کر رکھا ہے آیت کے اسلوب بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کچھ خاص لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کے سلسلے میں حضور علیہ السلام بھی خاص دلچسپی لے رہے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی راہ دیکھنا چھوڑ دیں وہ لوگ ماننے والے نہیں ہیں۔ یہاں پر " کفر" کے معنے معروف کفر کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنے" ہیں نہ مانوں" کے ہیں گویا کہ ان کا کہنا ہے کہ خواہ کچھ ہو ہم بہر حال نہیں مانیں گے۔ دراصل بات "نافہمی" کی نہیں ہے بلکہ ضد کی ہے۔ یہ مشہور ہے کہ ضد کا تقاضا ہوتا ہے۔ کہ اگر مخالف اذان بھی کہے تو اس کی آذان پر کلمہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔ قرآن مجید نے ان کی اس ضد اور جلن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

بئسما اشتروا به انفسهم ان تكفروا بما انزل الله بغياً ان ينزل الله من فضله على من يشاء من عباده۔

برے مولوں خریدا انھوں نے اپنی جانوں کو کہ انکار کرتے ہیں اس کا جو اتارا اللہ نے اس حد میں اللہ اتارے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔ موضح القرآن) میں یوں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بسبب اس حسد اور ضد کے الخ خلاصہ یہ کہ اس آیت میں کچھ معروف لوگوں کی بات کی گئی ہے۔ عام نہیں ہے۔ کیونکہ بعد میں جو مسلمان ہوئے تھے۔ وہ پہلے کافر ہی تھے اس لیے اس سے مراد خاص گروہ لیا جائے گا جو واقعی آخر تک کفر پہ قائم رہا اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوا جیسے ابوجہل اور ابولہب اور ابن ابی وغیرہ۔

اس طبقہ کی ضد کے متعدد اسباب تھے۔ فرقہ وارانہ ذہنیت اور دین آباء کی تقلید، سیاسی مقاصد اور خاندانی عصبیت یہ ایسی بلائیں ہیں۔ جب کسی کے دل کو اپنا نشیمن بنا لیتی ہیں تو عقل و ہوش اور دیانت کا کچومر نکال کر رکھدیتی ہیں ان کے راستہ میں خدا آئے یا اس کا رسول ایمان اور دیانت کی دہائی ان سے عدل وانصاف کی بھیک مانگے یا علم وحکمت کی غیرت ان کا راستہ روکے بہر حال کسی بھی مرحلہ میں ان کو ندامت آتی ہے نہ پسینہ۔ اس لیے حق تعالیٰ نے فرمایا: کہ ان کو ڈرانا نہ ڈرانا یکساں ہے۔ لیکن اس صورت حال کے باوجود حکم ہوتا ہے کہ آپ بہر حال تبلیغ جاری رکھیں۔ کیونکہ رسول ہو یا آپ کا کوئی امتی یقینی طور پر کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ کسی کا مقدر اور بالآخر اس کا انجام کیا اور کیسا ہے؟ فریضۂ ابلاغ کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی ڈیوٹی پوری دیں باقی رہی اس میں کما حقہٗ کامیابی کی بات؟ سو اس کی بابت آپ سے سوال نہیں ہوگا (وما علینا الا البلاغ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاکہ منکر بھی کل خدا کے حضور یہ بہانہ نہیں بنا سکے - کہ مجھے تو کسی نے راہ راست دکھائی نہیں تھی کیونکہ

ع خوئے بد را بہانہ بسیار

ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم ط وعلیٰ ابصارہم غشاوۃ ز ولہم عذاب عظیم (البقرا) ع

ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر اللہ نے مہر[1] کر دی ہے اور ان کی آنکھوں[2] پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے -

---

[1] مہر کر دی ہے - ختم کے معنے مہر اور اس کے نقش کے ہیں ، یہ یاد رہے کہ مہر اس وقت لگائی جاتی ہے جب مضمون اتمام کو پہنچ جاتا ہے اور اس امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اس میں مزید کی گنجائش نہیں رہی اور نہ ہی اس میں کمی ممکن رہی ہے - اسی طرح وہ لوگ جن کے کفر کے پیمانے لبریز ہو چکے تھے اور ان کے انگ انگ سے "میں نہ مانوں" کی بیساختہ صدا بلند ہو رہی تھی ، ان کے متعلق حق تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ، بس یہ گئے اب آپ ان کا انتظار چھوڑ دیں ان کے سلسلے کی اس مایوسی کو "ختم" (مُہر) سے تعبیر کیا گیا ہے - لیکن اس مہر کو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے - کیونکہ نتائج کا ترتیب اور تخلیق حق تعالیٰ کا فعل ہے - کیونکہ خالق وہی ہے ، آپ چلتے ہیں - چلنا اس کی توفیق اور تخلیق سے ہوتا ہے ، آپ "دیکھتے" ہیں دیکھنے کی سکت اس کی جناب سے الاٹ ہوتی ہے ، آپ نیکی کی شمع جلاتے ہیں - زندگی کے گھروندے کا بقعۂ نور بننا اسی ذات کریم کی مشیت کا نتیجہ ہے - معصیت اور کفر و جحود کی باد صرصر سے شمع ایمانی بجھائی جا سکتی ہے - لیکن اس کا بجھنا جن قدرتی اسباب کا نتیجہ ہے ان کا اور ان کی تاثیر کا خالق بھی اللہ ہی ہے - اگر وہ نہ چاہے تو اسباب موجود ہوتے ہیں - مگر ان کے قدرتی نتائج کا ظہور معدوم ہو جاتا ہے - جیسے آگ موجود تھی مگر حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال تک نہ جلا - چھری کاٹتی ہے مگر ذبیح اللہ کے سلسلے میں یوں بے بس رہی جیسے اس کا کاٹنا اس کا خاصہ ہی نہیں -

[2] آنکھوں پر پردہ ، - آنکھیں موجود ہوتی ہیں مگر اغراض فاسدہ اور مفاد عاجلہ کے دبیز پردے حائل ہو جاتے ہیں - اس لیے چیز (آیت) سامنے ہوتی ہے مگر ان کو دکھائی نہیں دیتی ، سامنے آ جائے تو اس سے بدکتے ہیں ، جیسے گدھا شیر سے کانہم حمر مستنفرۃ ○ فرت من قسورۃ دوسری جگہ فرمایا -

واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علیٰ ادبارہم نفورا (پ ۱۵ - بنی اسرائیل ع ۵)

اور جب آپ قرآن (حمید) میں تنہا اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو نفرت سے پیٹھ دیکر بھاگ

باقی صفحہ ۵۵ پر

© rasailojaraid.com